QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اسلامی نظامِ عدل میں قانونِ شہادت کا کردار: قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

THE ROLE OF THE LAW OF EVIDENCE IN THE ISLAMIC JUDICIAL SYSTEM: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE QUR'AN AND HADITH

Azhar Hussain[1]
Ayesha Saeed[2]
Muhammad Qasim[3]

Abstract

Islamic Law of Evidence constitutes a fundamental and indispensable pillar of the judicial system, without which the establishment of justice is inconceivable. This article presents a comprehensive study of the principles, objectives, and practical applications of the law of evidence in the light of the Qur'an and Sunnah. The Qur'an does not regard testimony as a mere legal requirement; rather, it defines it as a sacred trust (amānah) that must be discharged solely for the sake of Allah with complete justice, integrity, and piety—even if such testimony is given against one's own self, parents, or close relatives. The study clearly emphasizes that personal interest, desire, fear, greed, hostility, or kinship must not influence testimony in any way, and that concealing evidence, distorting facts, or giving false testimony constitutes a grave sin in Islam.The research provides a detailed analysis of Qur'anic injunctions related to testimony, including the prohibition of concealing evidence, the requirement of just and reliable witnesses, the rights and protection of scribes and witnesses, the significance of testimony in wills and financial transactions, and the standards of evidence in ḥudūd and ta'zīrāt. It further examines the strict evidentiary requirements in serious crimes such as adultery (zinā) and false accusation (qadhf). In the light of Prophetic traditions and juristic opinions, the article highlights the severity of false testimony, the prescribed legal punishments for it, and the virtue of steadfastness in truthful testimony. Moreover, the concept of testimony as embodied by the Prophets—particularly the Prophet Muhammad—ﷺ and the collective responsibility of the Muslim Ummah as an "ummatan wasaṭan" (a just and balanced community) are also discussed.The study concludes that the objective of the Islamic law of evidence extends beyond the mere resolution of disputes; rather, it seeks to promote truth, justice, trustworthiness, and moral responsibility within society. Truthful and impartial testimony forms the cornerstone of an effective Islamic judicial system, safeguarding individuals, society, and the state from oppression, corruption, and social disorder, and thereby ensuring the establishment of a just and equitable system of justice.

تعارفِ موضوع

اسلامی نظامِ عدل کی اساس حق، انصاف اور امانت پر قائم ہے، اور ان اصولوں کے عملی نفاذ میں قانونِ شہادت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ کسی بھی معاشرے میں عدل کا قیام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک حقائق کو درست، غیر جانب دار اور دیانت دارانہ طریقے سے پیش نہ کیا جائے، اور یہی فریضہ شہادت کے ذریعے ادا ہوتا ہے۔ اسلامی قانونِ شہادت محض ایک فنی یا قانونی ضابطہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت اخلاقی، دینی اور سماجی ذمہ داری ہے، جس کا مقصد فرد اور معاشرے کو ظلم، ناانصافی اور فتنہ وفساد سے محفوظ رکھنا ہے۔ قرآن و سنت نے شہادت کو نظامِ قضاء کا لازمی جزو قرار دیتے ہوئے اسے ایک مقدس امانت کے طور پر پیش کیا ہے، جس کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر عدل وانصاف کے قیام کے لیے شہادت کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اہلِ ایمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ حق پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اللہ کے لیے گواہی دیں، خواہ یہ گواہی ان کے اپنے خلاف، والدین یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف

[1] Ph.D Scholar Shaikh Zayed Islamic centre PU, azhar772235@gmail.com

[2] Ph.D Scholar, NUML University Islamabad

[3] Arabic Instructor NUST University Islamabad

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ اصول متعین ہوتا ہے کہ اسلامی شہادت کا معیار ذاتی مفاد، سماجی دباؤ یا خاندانی وابستگی سے بالاتر ہے۔ شہادت میں خواہشِ نفس، دشمنی، قرابت، خوف یا لالچ کو شامل کرنا عدل کے منافی اور شرعاً ناجائز ہے۔ اسی لیے قرآن نے جھوٹی گواہی، شہادت کو چھپانے اور حق کو باطل کے ساتھ ملانے کو سخت گناہ اور ظلمِ عظیم قرار دیا ہے۔ اسلامی قانونِ شہادت کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ محض عدالت تک محدود نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کے تمام معاملات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مالی لین دین، قرض، تجارت، وصیت، یتیموں کے اموال کی حوالگی، خاندانی معاملات اور معاشرتی تنازعات — ہر مقام پر شہادت کو ایک حفاظتی ذریعہ کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے تاکہ بعد میں نزاع، بداعتمادی اور حقوق تلفی سے بچا جا سکے۔ قرآنِ مجید نے نہ صرف گواہوں کی شرط بیان کی ہے بلکہ کاتب اور گواہ کے حقوق کا بھی تحفظ کیا ہے، تاکہ وہ کسی دباؤ یا نقصان کے خوف کے بغیر سچائی کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کر سکیں۔ حدود و تعزیرات کے باب میں اسلامی قانونِ شہادت نہایت احتیاط، سخت معیار اور اعلیٰ اخلاقی اصولوں کا تقاضا کرتا ہے۔ زنا جیسے سنگین جرم کے ثبوت کے لیے چار عادل گواہوں کی شرط اور قذف کی صورت میں سخت سزا کا بیان اس امر کی دلیل ہے کہ اسلام انسانی عزت، آبرو اور معاشرتی امن کو کس قدر اہمیت دیتا ہے۔ اس کا مقصد سزا دینا نہیں بلکہ الزام تراشی، بہتان اور اخلاقی انتشار کے دروازے بند کرنا ہے۔ اسی طرح جھوٹی گواہی دینے والے کو فاسق قرار دینا اور اس کی شہادت کو ناقابلِ قبول بنانا اسلامی عدل کی اخلاقی بنیادوں کو مضبوط کرتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت شاہد مبعوث کیا جانا اور امتِ مسلمہ کو "امتِ وسط" قرار دے کر انسانیت پر گواہ بنانے کا تصور اسلامی قانونِ شہادت کو ایک آفاقی اور ہمہ گیر جہت عطا کرتا ہے۔ شہادت یہاں محض قانونی بیان نہیں بلکہ حق کی نمائندگی، صداقت کی حفاظت اور اللہ کی حجت کو قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام اور امتِ محمدیہ کی گواہی کا تصور اس بات کو واضح کرتا ہے کہ شہادت کا دائرہ دنیا تک محدود نہیں بلکہ اخروی ذمہ داریوں سے بھی جڑا ہوا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ اسی قرآنی و نبوی تصورِ شہادت کو بنیاد بنا کر اسلامی قانونِ شہادت کے اصول، مقاصد اور عملی پہلوؤں کا تحقیقی جائزہ پیش کرتا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اسلامی قانونِ شہادت محض تنازعات کے فیصلے کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک عادل، بااخلاق اور پرامن معاشرے کی تشکیل کا مؤثر نظام ہے، جو فرد، معاشرہ اور ریاست کو عدل و انصاف کی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت

اسلامی قانونِ شہادت کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھے بغیر نہ تو اسلامی نظامِ عدل کی روح تک رسائی ممکن ہے اور نہ ہی عصرِ حاضر میں درپیش قانونی و معاشرتی مسائل کا مؤثر حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ ہر معاشرہ انصاف کے قیام اور ظلم کے انسداد کے لیے کسی نہ کسی نظامِ شہادت کا محتاج ہوتا ہے، کیونکہ عدالتی فیصلوں کی بنیاد بالعموم دلائل اور شواہد پر ہوتی ہے۔ اگر شہادت غیر معتبر، جانبدار یا جھوٹ پر مبنی ہو تو عدل کا پورا نظام متزلزل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے قانونِ شہادت کو نہایت مضبوط اخلاقی اور دینی بنیادوں پر استوار کیا ہے اور اسے محض قانونی ضابطہ نہیں بلکہ ایک شرعی فریضہ اور امانت قرار دیا ہے۔ اسلامی قانونِ شہادت فرد کو جواب دہ بناتا ہے۔ اسلام گواہی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ذمہ داری سمجھتا ہے، جس میں معمولی کوتاہی بھی دنیا و آخرت دونوں میں مواخذے کا سبب بن سکتی ہے۔ جھوٹی گواہی، کتمانِ شہادت اور حقائق کو مسخ کرنا نہ صرف حقوق العباد کی پامالی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔ موجودہ دور میں، جہاں ذاتی مفادات، سیاسی دباؤ، معاشی لالچ اور سماجی تعصبات کے تحت جھوٹی گواہی ایک عام مسئلہ بنتی جا رہی ہے، اسلامی قانونِ شہادت کا مطالعہ اخلاقی تطہیر اور سماجی اصلاح کی شدید ضرورت بن چکا ہے۔ اس موضوع کی اہمیت اس لیے بھی دوچند ہو جاتی ہے کہ اسلامی قانونِ شہادت انسانی عزت و وقار کے تحفظ کو بنیادی اصول قرار دیتا ہے۔ حدود و تعزیرات کے باب میں سخت شرائطِ شہادت اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اسلام الزام تراشی، بہتان اور کردار کشی کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ زنا کے جرم کے ثبوت کے لیے چار عادل گواہوں کی شرط اور قذف کی سخت سزا دراصل معاشرے کو اخلاقی انتشار، بے بنیاد الزامات اور سماجی بے چینی سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ اس پہلو سے اسلامی قانونِ شہادت انسانی حقوق اور شخصی آزادیوں کا ایک مضبوط محافظ نظر آتا ہے۔

موضوع کی اہم ضرورت عصرِ حاضر کے عدالتی و قانونی نظاموں سے اس کے تقابلی مطالعے میں بھی مضمر ہے۔ جدید قانونی نظاموں میں شہادت اکثر فنی اور رسمی ضوابط تک محدود ہو جاتی ہے، جبکہ اسلامی قانونِ شہادت میں اخلاق، نیت، کردار اور تقویٰ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس تقابل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام شہادت کو صرف ثبوت نہیں بلکہ عدل کے قیام کا ایک اخلاقی ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس مطالعے کے ذریعے اسلامی عدالتی فکر کی افادیت، جامعیت اور آفاقیت کو جدید قانونی مباحث میں مؤثر انداز سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں، اس موضوع کی اہمیت امتِ مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری کے حوالے سے بھی نمایاں ہے۔ قرآن نے مسلمانوں کو "امتِ وسط" قرار دے کر انسانیت پر گواہ بنایا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان قول و عمل دونوں میں حق، انصاف اور صداقت کے علمبردار ہوں۔ اگر

شہادت کا یہ تصور کمزور پڑ جائے تو امت کی یہ گواہی بھی بے اثر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اسلامی قانونِ شہادت کا فہم اور اس پر عمل امت کے دینی تشخص اور اخلاقی قیادت کے لیے ناگزیر ہے۔ آخرکار، اس موضوع کی ضرورت اس حقیقت سے بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلامی قانونِ شہادت فرد، معاشرہ اور ریاست کے درمیان اعتماد کی فضا قائم کرتا ہے۔ سچی، غیر جانبدار اور منصفانہ شہادت ہی وہ بنیاد ہے جس پر ایک مضبوط عدالتی نظام کھڑا ہوتا ہے۔ اس تحقیق کے ذریعے یہ باور کرانا مقصود ہے کہ اسلامی قانونِ شہادت نہ صرف تنازعات کے منصفانہ حل کی ضمانت دیتا ہے بلکہ ایک صالح، پرامن اور متوازن معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے، جو آج کے دور کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔

مقاصدِ تحقیق

1. قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اسلامی قانونِ شہادت کے بنیادی اصولوں اور شرعی حیثیت کو واضح کرنا، تاکہ شہادت کے دینی، اخلاقی اور قانونی پہلو یکجا ہو کر سامنے آسکیں۔
2. اسلامی نظامِ عدل میں شہادت کے کردار اور اس کی افادیت کا تجزیہ کرنا، بالخصوص یہ دکھانا کہ سچی، منصفانہ اور غیر جانب دار شہادت کس طرح انصاف کے قیام اور ظلم کے انسداد کا ذریعہ بنتی ہے۔
3. جھوٹی گواہی، کتمانِ شہادت اور جانبدارانہ شہادت کے شرعی و معاشرتی نتائج کا مطالعہ کرنا، اور یہ واضح کرنا کہ اسلام ان امور کی سختی سے ممانعت کیوں کرتا ہے۔
4. مختلف معاملات جیسے مالی لین دین، وصیت، خاندانی معاملات، اور حدود و تعزیرات میں شہادت کے معیارات اور شرائط کا تحقیقی جائزہ لینا، تاکہ اسلامی قانونِ شہادت کی جامعیت اور عملی وسعت کو نمایاں کیا جاسکے۔
5. امتِ مسلمہ کی بطور "امتِ وسط" اجتماعی ذمہ داری کے تناظر میں شہادت کے تصور کا مطالعہ کرنا، اور یہ واضح کرنا کہ اسلامی قانونِ شہادت کس طرح فرد اور معاشرے کی اخلاقی تربیت اور عدالتی اعتماد کو مضبوط بناتا ہے۔

سوالاتِ تحقیق

1. قرآن وحدیث نے اسلامی قانونِ شہادت کے کون سے بنیادی اصول متعین کیے ہیں، اور وہ اصول اسلامی نظامِ عدل کے قیام میں کس طرح مؤثر کردار ادا کرتے ہیں؟
2. جھوٹی گواہی اور کتمانِ شہادت کے شرعی، اخلاقی اور معاشرتی اثرات کیا ہیں، اور اسلامی قانونِ شہادت ان کے تدارک کے لیے کون سے عملی و اخلاقی ضوابط فراہم کرتا ہے؟

قانون شہادت قرآن کی روشنی میں

قانون شہادت نظام عدل میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ شہادت کی بنیاد پر لوگوں کے مقدمات و معاملات کے فیصلے قرآن و سنت کی روشنی میں کیسے جاتے ہیں تاکہ انصاف کا حصول ممکن ہو سکے۔ شہادت ظالم اور مظلوم کو ان کے اعمال کی بناء پر اچھے اور برے اعمال کی طرف رہنمائی کرتی ہے عدل قائم کرنے میں شہادت کا درست ہونا نہایت ضروری ہے۔ روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے اور ان کے حل کے مسائل کے لئے ہر قدم پر شہادت کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں شہادت سے متعلق بہترین رہنمائی ملتی ہے۔ جس میں قانونی اور معاشرتی ضرورت کا احاطہ کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب نبی مہربان صلی علیم تک تمام انبیائے کرام کو مبعوث کرنے کا مقصد یہی تھا کہ معاشرے میں انصاف کے ساتھ زندگی بسر کی جائے زندگی کے تمام معاملات صحیح طور پر انجام دیئے جائیں۔ سرکش اور نافرمان لوگوں کو تعلیم و تربیت کے ذریعے عدل و انصاف کی طرف راغب کیا جائے اگر وہ قانون شکنی کریں تو ان کو سزا دی جائے اور معاشرے کو ان کے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ شہادت کے بارے میں مختلف احکام قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوْمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ إِنْ تَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوٗا أَوْ تُعْرِضُوْافَإِنَّ اللهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرًا[4].

ترجمہ: اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دینے والے خواہ اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اور اگر تم گواہی میں ہیر پھیر کرو یا منہ پھیر لو تو اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔

شہادت سے متعلق اس آیت میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہادت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے دی جائے اور اس سے کوئی ذاتی مفاد کی امید نہ ہو۔ شہادت سچی اور مبنی بر حقیقت دینی چاہیئے خواہ اس کی زد میں اپنی ذات یا کوئی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ آتا ہو۔ کسی قسم کا خوف و طمع اور محبت و شفقت شہادت پر اثر انداز نہ ہونے پائے۔ شہادت "اتباع الھوی" کے تحت نہ دی جائے۔ شہادت میں عدل کا اہتمام ضروری ہے۔ حقائق کو توڑ مروڑ کر شہادت نہ دی جائے بلکہ واضح اور صاف انداز میں شہادت دی جائے۔ کسی امر کے حقائق سے واقف ہونے کے باوجود سچی شہادت دینے سے انکار کرنا ناپسندیدہ فعل ہے۔ جو شخص شہادت کا حق ادا کرتا ہے اللہ تعالی شہادت کا حق ادا کرنے والوں کے اعمال سے باخبر ہے۔[5]

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُوْنُوْا قَوْمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَانُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ[6]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو انصاف کرو وہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

اس آیت سے درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں:

1 - اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینا۔ شہادت اللہ تعالی کی طرف سے بندے کے پاس ایک امانت ہے جس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

2۔ شہادت کو چھپانا گناہ ہے۔

3۔ ادائے شہادت کے وقت پورے انصاف کے ساتھ شہادت دی جائے اور پوری دیانت داری برتنی چاہیے۔ خواہ وہ شہادت خود گواہ یا اس کے والدین یا اعزاء کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

4۔ شہادت کی بنیاد دشمنی پر نہ ہو شہادت دیتے وقت کسی کی عداوت میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔

5۔ شہادت میں عدل کا اہتمام کرنا چاہیے۔

6۔ تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

7۔ اللہ تعالیٰ کے تمام معاملات کا علم رکھنے پر یقین رکھنا چاہیے۔

اس آیت میں شہادت کی ادائیگی خاص اللہ کے لئے ادا کرنے کا حکم ہے۔ جو کامل عدل و انصاف کے ساتھ ادا کی جائے۔ بے شک یہ شہادت اپنے خلاف ہو یا قریبی رشتے داروں کے خلاف ہو۔ اس شہادت کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی دنیاوی رکاوٹ حائل نہ ہو اور نہ کسی قسم کا اثر ورسوخ شہادت کی ادائیگی میں اثر انداز ہو۔ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ مشرکوں سے سخت عداوت اور دشمنی کے باوجود ان سے ناانصافی نہ کرو۔ چاہے یہ معاملات و مقدمات سے متعلقہ ہوں یا جنگ وجدال سے

---

[4] النساء:135

[5] مفتی، محمد، شفیع، مولانا، مفتی اعظم پاکستان، معارف القرآن پبلشرز کراچی، ج2، ص576

[6] المائدۃ:8

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مقدمات میں ان سے واقعات و شواہد اور گواہوں کی روشنی میں مکمل انصاف کرو۔ خواہ حالات عام ہوں یا حربی تمام معاملات میں انصاف کے ساتھ ادائیگی کرو اور عدل سے کام لو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ کا قرب اور پسندیدگی صرف اور صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔[7]

قرآن مجید ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں گواہی کی اہمیت سے آشنا کرتا ہے۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ان یتیموں کا حصہ ان کے حوالے کیا جائے۔

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا[8].

ترجمہ: پھر جب تم ان کے مال انہیں سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔

یتیم کے مال کے بارے میں حکم ہے جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کے مال و اسباب جو بطور امانت تمہارے پاس ہے وہ اس یتیم کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اور اس پر دو گواہ مقرر کیے جائیں تاکہ بعد میں کسی قسم کا جھگڑا اور پریشانی پیدا نہ ہو۔ اگر یتیم کے بالغ ہونے کے بعد اس کا ولی یا سرپرست مال ادا کرنے کا دعوی کرتا ہے تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گواہ نہ ہونے کی صورت میں اس کا قول قسم کے ذریعے قبول کیا جائے گا۔[9]

وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوْا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ[10]."

ترجمہ: اور نہ کسی لکھنے والے کو ضرر دیا جائے نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا ضرر دے نہ گواہ) اور جو تم ایسا کرو تو یہ تمہارا فسق ہوگا اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت میں گواہ اور کاتب کو نقصان پہنچانا ناجائز قرار دیا ہے تاکہ وہ شہادت میں عدل قائم کر سکیں۔ کاتب اور گواہ دونوں کو اپنا فرض انصاف کے ساتھ ادا کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ جو کاتب اور گواہ کو نقصان پہنچائے وہ فاسق ہے۔ ایسا کرنے والوں کو فسق کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے لکھنے والے کی مزدوری روکنا یا گواہ کو آمد و رفت کا خرچہ نہ دینا ناجائز ہے۔ ہر چیز کا علم رکھنے والی ذات خود ذات الٰہی ہے۔[11]

گواہی کو چھپانے کے بارے میں بڑی سخت وعید آئی ہے ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللهِ وَمَا اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ[12].

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کے پاس اللہ کی طرف کی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور خدا تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مشرک یہودی و نصرانی نہ ہونے بلکہ مخلص ہونے کی گواہی قرآن کی طرح تورات میں بھی موجود ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اس گواہی کو چھپاتا ہے تو اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا۔ گواہی چھپانے والے کو اللہ پاک نے سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ گواہی کو چھپانا نہ

---

[7] مفتی، شفیع، مولانا، مفتی اعظم پاکستان، معارف القرآن پبلشرز کراچی، ج3، ص69۔

[8] النساء:6

[9] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج2، ص152

[10] البقرہ:282

[11] ثناء اللہ پانی پتی، علامہ قاضی، عثمانی مجددی، تفسیر مظہری، مترجم، مولانا عبد الدائم الجلال، دار اشاعت کراچی، 1999ء، ج2، ص99

[12] 140 البقرة

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

صرف حقوق و فرائض اور نظام عدل کو متاثر کرتا ہے بلکہ انبیائے کرام کی بے داغ اور معصوم شخصیتوں کے بارے بھی ابہام پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح گواہی کا چھپانا انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی انتشار پیدا کرتا ہے۔[13]

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيمٌ " [14]

ترجمہ: اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا پس بیشک اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتمان شہادت جائز نہیں ہے۔ شہادت کو چھپانے والا گناہگار ہے۔ مشہود لہ خواہ طلب نہ کرے مگر ادائے شہادت فرض ہے اگر مشہود لہ کو شاہد کا شاہد معلوم ہونا بھی نہ ہو تب بھی شاہد پر لازم ہے اپنے شاہد ہونے کی اطلاع مشہود لہ کو دے دے کیونکہ اللہ تعالیٰ عَلِيمٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔

سورہ آل عمران میں ہے۔

"لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[15]"

ترجمہ: حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔

علم ہونے کے باوجود باطل کی آمیزش حق کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ بنی اسرائیل کے علماء تورات کے بعض احکام کو دنیاوی فائدے کی خاطر تبدیل کر لیا کرتے تھے۔ بعض آیات کی تحریف لفظی کی تھی بعض چیز وہ چھپا کر رکھتے تھے۔ جس طرح نبی مہربان صلی علیم کی آخری نبی ہونے کی خبر ہر کسی کو خبر نہیں کرتے تھے۔ اس لئے اس آیت میں کتمان سچ ممنوع ہے۔[16]

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

"إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولَئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ"[17]

ترجمہ: جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔

یعنی جو اللہ تعالیٰ سے کیے گئے وعدوں اور قسموں کی خرید و فروخت کرتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں آخرت میں وہ ناکامی حاصل کریں گے۔[18]

اسی طرح سورۃ المائدہ میں وصیت کے وقت عادل گواہ بنانے کے بارے میں تاکید کی گئی ہے۔

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ أَخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِى بِهِ ثَمَنًا وَ لَوْ

---

13 اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین، حافظ، مترجم مولانا جوناگڑھی، تفسیر ابن کثیر مکتبہ قدوسیہ لاہور ج 1، ص 216

14 البقرہ: 283

15 آل عمران: 71

16 عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت کراچی 2007ء، ج 1، ص 887

17 آل عمران: 77

18 بلگرامی، حامد حسین سید، فیروز سنز لاہور، 1989ء، ج 1، ص 130

كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذًا لَمِنَ الْاٰثِمِيْنَ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ[19]

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی جب تم میں کسی کو موت آئے وصیت کرتے وقت تم میں سے دو معتبر شخص ہوں یا غیروں میں سے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے ان دونوں کو نماز کے بعد روکو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں کچھ شک پڑے ہم حلف کے بدلے کچھ مال نہ خریدیں گے۔ اگرچہ قریب کا رشتہ دار ہو اور اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے ایسا کریں تو ہم ضرور گنہگاروں میں ہیں۔ پھر اگر پتہ چلے کہ وہ کسی گناہ کے سزاوار ہوئے تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں ان میں سے کہ اس گناہ یعنی جھوٹی گواہی نے ان کا حق لے کر ان کو نقصان پہنچایا جو میت سے زیادہ قریب ہوں تو اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے ان دو کی گواہی سے۔ اور ہم حد سے نہ بڑھے ایسا ہو تو ہم ظالموں میں ہوں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہد مسلمان ہو کیونکہ منکم سے مراد مسلمان ہی ہیں۔ شاہد عادل ہو اور کسی "بدلہ" کے تحت شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ بدلے سے مراد مال و دولت، حمایت کے بدلے حمایت اور کسی بھی قسم کا مفاد ہو سکتا ہے۔ شہادت میں "قرابت" کی طرف جھکاؤ اس کو جانبدار بنا دیتا ہے اور جانبدار شہادت مردود ہے۔ کتمان شہادت سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ شہادت اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیے فرض کو پورے طور پر ادا کیا جائے اس میں کمی بیشی، اس کو چھپانا یا کچھ حصہ چھپانا، اس میں جھوٹ کی آمیزش کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔[20]

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ[21]"

ترجمہ: اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

اس آیت میں زور کا مطلب ہے کہ جہاں ناحق و ناجائز کام ہو رہے ہوں اللہ کے نیک بندے ان میں شامل نہیں ہوتے۔ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جو آدمی جھوٹی گواہی دے۔ اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں اور منہ کالا کر کے بازار میں گھمایا جائے۔ اور لمبے عرصے تک قید میں ڈالا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے ہی احکام کی بناء پر امام ابو یوسف اور امام محمد نے فرمایا ہے جو آدمی جھوٹی گواہی دے۔ اس کو چالیس کوڑے مارے جائیں اور اس آدمی کو اس کے قبیلے اور علاقے میں اس کو جھوٹے گواہ کے طور پر شناخت کروائی جائے۔ نبی کریم صلی ہم نے جھوٹی گواہی کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔[22]

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ[23]"

ترجمہ: اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں۔

---

[19] المائدۃ:106 107

[20] قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر مترجم پیر کرم شاہ الازہری الجامع الاحکام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، 2012ء، ج3، ص735

[21] الفرقان:72

[22] اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین، حافظ، مترجم، تفسیر ابن کثیر، ج4، ص32

[23] المعارج:33

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

جو لوگ شہادت کو حق کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں اور مصائب و آلام کا مقابلہ کرتے ہیں نہ اس میں کمی کرتے ہیں نہ زیادتی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ مقدمات و معاملات میں انصاف ہو سکے۔ جو حقدار ہے اس کو اس کا حق اور مجرم کو اس کے جرم کی سزا مل سکے تا کہ معاشرے سے جبر و ظلم اور ہر قسم کی ناہمواری کو ختم کیا جا سکے۔[24]

شرک کی ممانعت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے جھوٹی شہادت دینے کی نفی کی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ[25]"

ترجمہ: پس بچو تم بتوں کی گندگی سے اور پرہیز کرو جھوٹی بات سے۔

یہ لفظ جھوٹ کی تمام اقسام کے بارے میں عام ہے۔ جھوٹ کی سب سے سنگین صورت اللہ کا انکار ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ اس میں جھوٹی گواہی بھی شامل ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے نبی کریم صلی علیم نے نماز پڑھائی پھر فرمایا جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ہے اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔[26]

ارشاد خداوندی ہے:

"وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللهِ أَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[27]"

ترجمہ: اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ شاید تم اس کو یاد رکھو۔

شہادت کی ادائیگی میں کامل یقین کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے ظن اور تخمین کی بنیاد پر شہادت کی ادائیگی کو منع فرمایا گیا ہے۔ کسی طرح کی رشتے داری و قرابت کے لحاظ کیے بغیر حق کے ساتھ شہادت ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔[28]

"قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ أَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ [29]"

ترجمہ: فرمایا تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

گواہی کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی گواہ بنانا پسند کیا ہے "میثاق النبیین" میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر گواہ بنایا کہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی کی تصدیق کریں اور اپنی امت کو بھی آنے والے نبی کی پیروی کا حکم کریں۔[30]

جناب نبی مہربان صلی علیم کی بلند شان اور اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

[24] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ج 5، ص 367

[25] الحج: 30

[26] جصاص، ابو بکر احمد بن علی رازی، مترجم مولانا عبد القیوم، احکام القرآن، شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد، ج 3، ص 786

[27] الانعام: 152

[28] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور، ج 3، ص 203

[29] آل عمران: 81

[30] دریا آبادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن کراچی، ج 1، ص 602، 603

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"يَأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا "[31]

ترجمہ: اے نبی بیشک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے اور چمکا دینے والا آفتاب۔

ان آیات میں نبی کریم صلی علی ایم کی صفات حسنہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ انھی صفات حسنہ میں سے ایک خاص صفت آپ کا گواہ بنا کر بھیجا جانا بھی ہے اور جو صفات آپ صلی الم کی قرآن مجید میں ہیں انھی میں سے بعض صفات تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے اے نبی ہم نے آپ کو گواہ، خوشی سنانے والا، ڈرانے اور اپنے امتیوں کا بچاؤ بنا کر بھیجا ہے۔[32]

دوسرے مقام پہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا [33]

ترجمہ: ہم نے تمہیں ایک امت عدل بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ رہیں۔

نبی کریم صلی علیم کے گواہ ہونے مطلب ہے روز محشر آپ اپنی امت کے گواہ ہوں گے۔ قیامت کے دن اللہ تعالی تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کریں گے۔ پھر گذشتہ تمام امتوں کے کفار سے پوچھا جائے گا۔ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ صاف انکار کر دیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ انبیائے کرام اللہ تعالی کے استفسار پر فرمائیں گے یہ جھوٹ بول رہے ہیں ہم نے آپ کا پیغام دیانتداری کے ساتھ دے دیا تھا۔ اللہ تعالی عالم الغیب ہونے کے باوجود اتمام حجت کے لئے انبیائے کرام سے گواہ طلب کریں گے۔ اس وقت امت محمد یہ حاضر ہو گی اور گواہی دے گی کہ انبیائے کرام نے سب پیغام ان تک پہنچا دیئے تھے۔ کفار استدلال کریں گے کہ یہ امت ہم سے مدتوں بعد پیدا ہوئی ہے۔ انھیں یہ کس طرح معلوم ہے۔ تب نبی مہربان صلی علیم کی امت جواب دے گی۔ اللہ تعالی نے ہمارے پاس جو نبی مہربان صلی علیم کو کتاب مبین کے ساتھ بھیجا جس کے ذریعے سے ہمیں یہ پتہ چلا کہ تمام انبیائے کرام نے اپنی اپنی امتوں کو احکام پہنچا دیئے ہیں۔ اللہ سب سے زیادہ سچا ہے پھر نبی کریم صلی علیم کی امت کے حالات میں پوچھا جائے گا نبی صلی علیہ کی امت کی سچائی اور عدالت کی گواہی دیں گے۔[34]

آخرت کے حوالے سے نبی کریم صلی علیم کی شہادت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

"وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَابِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ[35]"

ترجمہ: اور جس دن ہم ہر گروہ میں ایک گواہ انھیں میں سے اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور اے محبوب تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے۔

نبی اکرم صلی علم روز قیامت اپنی امت کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ نبی کریم صلی الیوم کی بعثت تمام عالمین کے لئے ہے۔ آپ صلی علی کم قیامت تک کی تمام مخلوق کے شاہد ہیں۔ ان کے افعال و اعمال اور احوال کی تصدیق و تکذیب اور ہدایت وضلالت سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور روز محشر استفسار خدا تعالی پر امت کے افعال و اعمال کی گواہی کا فریضہ سر انجام دیں گے۔[36]

حضور صلی اللہ علم کی نبوت ورسالت پر خود اللہ تعالیٰ کے گواہ ہونے کے بارے میں ارشاد ہے:

---

31 الاحزاب:45،46

32 اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین، حافظ، مترجم، تفسیر ابن کثیر، ج4، ص258البقرہ:143

33 البقرة:143

34 قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع الاحکام القرآن، مترجم، ج1، ص،622،623

35 النحل:89

36 اسرار احمد، ڈاکٹر، بیان القرآن، ج4، ص260

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيْرًا بَصِيْرًا[37]"

ترجمہ: آپ فرمادیں اللہ کافی ہے گواہ میرے اور تمہارے درمیان بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا دیکھنے والا ہے۔

جب کفار مکہ نے نبی کریم صلی السلام کی دعوت کو جھٹلایا اور روز محشر کو جھٹلا کے کفار مکہ آپ صلی اعلی ایم کو آسمان پر سیڑھی کے ساتھ جانے اپنے ساتھ فرشتوں کی جماعت لانے اور آپ صلی علیم پر ایمان لانے کی بات کی تو اللہ تعالی نے فرمایا اے نبی صلی الم ان کفار مکہ سے فرمادو میرے صدق اور ادائے فرض رسالت اور تمہارے کذب وعداوت پر اللہ تعالی گواہ ہے۔ اور اللہ تعالی سے بہتر کس کی گواہی ہو سکتی ہے۔ اس سے گواہی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالی نبی کریم صلیالم اور لوگوں کے درمیان حق وباطل میں فرق کے لئے گواہی دے رہا ہے۔[38]

بدکاری کا جرم ثابت کرنے کے لئے گواہ طلب کرنے کا حکم یوں ہے:

"وَالّٰتِي يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا[39]"

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کی کچھ راہ نکالے۔

جب کوئی عورت زنا کا ارتکاب کرے تو چار گواہ طلب کیے جائیں جو الزام لگانے والوں میں۔ سے ہوں۔ جو گواہی کی شرائط پر پورا اترنے والے ہوں وہ گواہی اس طرح دیں کہ فاعل اور مفعول کو اس طرح دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے۔ اس طرح اگر چار گواہ گواہی دیں تو عورتوں کو گھروں میں قید کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائیں یا اللہ تعالی ان کے لئے کوئی اور راہ نکال دے۔[40]

جو ناجائز تہمت پر گواہ نہ پیش کر سکتے ہوں ان کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمان خداوندی ہے:

"وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيمٌ[41]"

ترجمہ: اور جو پاکدامن عورتوں پر عیب لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اگر کسی نیک، پاکدامن عورت پر کوئی زنا کا الزام لگاتا ہے پھر اس پر چار گواہ پیش نہیں کر سکتا تب اس پر حد قذف جاری کی جائے گی اور اسی کوڑے اس کو مارے جائیں گے۔ اس کی شہادت ہمیشہ کے لئے مردود ہو جائے گی۔ اس کا شمار فاسقین میں ہو گا اگر وہ توبہ کر کے اصلاح کر لے۔ اس کے بعد قاذف زانی اور مشرک کی شہادت مقبول ہے۔ بعد از توبہ اصلاح اعمال مجرمین کی شہادت کی مقبولیت اللہ تعالی کی مہربانی اور بخشش کی بنیاد پر ہے۔[42]

---

[37] الاسراء:96

[38] اسماعیل، ابو الفداء، عماد الدین، حافظ، مترجم، تفسیر ابن کثیر، ج3، ص231

[39] النساء:15

[40] ثناء اللہ پانی پتی، علامہ قاضی، عثمانی مجددی، مظہری، ج2، ص355

[41] النور:54

[42] دریا آبادی، عبد الماجد، مولانا، تفسیر ماجدی، مجلس نشریات قرآن کراچی، ج3، ص438

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

جھوٹی بات کہنا جائز نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّمِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِينَ وَإِنْ كَانَ قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَّبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِينَ[43]

ترجمہ: اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان (حضرت یوسف علیہ السلام) کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ (حضرت یوسف علیہ السلام) سچے ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے الزام لگایا تو اس وقت زلیخا کے خاندان کا ایک شخص عجیب طریقے سے گواہی دینے لگا۔ اگر کرتا آگے سے پھٹا ہے تو یوسف علیہ السلام جھوٹے ہیں اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی برات میں ایک شیر خوار بچے نے گواہی دی اور وہ اپنی ماں کی گود میں ہی بول پڑا۔[44]

ان آیات سے یہ نکات مستنبط ہوتے ہیں:

1۔ شاہد نہ ہو تو قرائن سے مدد لی جاسکتی ہے۔

2- مشکوک شہادت کی توثیق واضح قرائن کی مدد سے کی جائے۔

سفارشات

1. اسلامی معاشروں میں عدالتی، تعلیمی اور سماجی سطح پر قانونِ شہادت کی دینی و اخلاقی اہمیت کو اجاگر کیا جائے، تاکہ افراد شہادت کو محض قانونی ذمہ داری نہیں بلکہ شرعی امانت سمجھ کر ادا کریں۔

2. عدالتی نظام میں گواہوں اور کاتبوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہدایت دی گئی ہے، تاکہ وہ کسی دباؤ، خوف یا لالچ کے بغیر سچی گواہی دے سکیں۔

3. جھوٹی گواہی اور کتمانِ شہادت کے خلاف مؤثر قانونی اور اخلاقی اقدامات کیے جائیں، اور معاشرے میں اس کے دینی و سماجی نقصانات کے بارے میں آگاہی پیدا کی جائے۔

4. مدارس، جامعات اور قانونی اداروں کے نصاب میں اسلامی قانونِ شہادت کو ایک مستقل اور جامع مضمون کے طور پر شامل کیا جائے، تاکہ طلبہ اور اہلِ قانون اس کے اصولوں سے بخوبی واقف ہو سکیں۔

5. حدود و تعزیرات کے معاملات میں شہادت کے سخت شرعی معیارات کو ملحوظ رکھا جائے، تاکہ بے بنیاد الزامات، کردار کشی اور انسانی عزت و وقار کی پامالی سے معاشرہ محفوظ رہے۔

6. مالی لین دین، وصیت اور تجارتی معاملات میں تحریر اور گواہی کے قرآنی اصولوں کو فروغ دیا جائے، تاکہ بعد کے تنازعات اور بداعتمادی کا سدِباب کیا جا سکے۔

7. عدالتی فیصلوں میں شہادت کے ساتھ ساتھ قرائن اور حالاتِ واقعات کو بھی شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے استعمال کیا جائے، جیسا کہ قرآن و سنت سے رہنمائی ملتی ہے۔

---

[43] سورۃ یوسف: 26، 27

[44] عثمانی، شبیر احمد، علامہ، تفسیر عثمانی، دارالاشاعت کراچی 2007ء، ج2، ص 191

8. ائمہ مساجد، خطباء اور دینی رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ جمعہ کے خطبات اور دینی اجتماعات میں سچی گواہی، عدل اور امانت کے موضوعات کو مستقل طور پر اجاگر کریں۔

9. امتِ مسلمہ کو بطور "امتِ وسط" اپنی اجتماعی گواہی کی ذمہ داری کا شعور دیا جائے، تاکہ وہ قول و عمل میں حق، انصاف اور صداقت کی نمائندہ بن سکے۔

10. جدید عدالتی نظاموں کے ساتھ اسلامی قانونِ شہادت کا تقابلی مطالعہ فروغ دیا جائے، تاکہ اسلامی عدالتی فکر کی جامعیت، اخلاقی برتری اور عصری افادیت کو مؤثر انداز میں پیش کیا جاسکے۔

نتائجِ تحقیق

زیرِ نظر تحقیق کے مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلامی نظامِ قضاء و عدل میں شہادت کو ایک بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی ﷺ نے شہادت کے اصولوں کو نہایت جامع، متوازن اور اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا ہے، جن کا مقصد محض قانونی فیصلے نہیں بلکہ ایک عادل، پرامن اور بااعتماد معاشرے کی تشکیل ہے۔ تحقیق کے نتائج اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ اسلامی قانونِ شہادت فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ اس تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسلام میں شہادت کو امانت قرار دیا گیا ہے، جسے چھپانا یا اس میں تحریف کرنا ایک سنگین گناہ ہے۔ قرآنِ مجید میں شہادت کو قائم کرنے اور اسے کتمان سے بچانے پر سخت تاکید ملتی ہے، جس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی عدالتی نظام صرف ظاہری شواہد پر نہیں بلکہ گواہ کے اخلاق، دیانت اور تقویٰ کو بھی بنیادی شرط قرار دیتا ہے۔ اس سے عدل کے قیام میں اخلاقی عنصر کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے۔ اسلامی قانونِ شہادت کا مقصد صرف مجرم کو سزا دینا نہیں بلکہ بے گناہ کے تحفظ کو یقینی بنانا ہے۔ اسی لیے حدود کے معاملات میں شہادت کے سخت معیارات مقرر کیے گئے ہیں، تاکہ کسی فرد پر محض شبہ یا الزام کی بنیاد پر سزا نافذ نہ ہو۔ یہ اصول انسانی جان، عزت اور مال کے تحفظ کا ضامن ہے اور اسلامی عدالتی نظام کی رحمت اور حکمت کو اجاگر کرتا ہے۔ مالی معاملات، قرض، تجارت اور وصیت کے باب میں تحریر اور گواہی کے قرآنی احکامات معاشرتی نظم و ضبط اور باہمی اعتماد کو فروغ دیتے ہیں۔ اگر ان اصولوں پر صحیح معنوں میں عمل کیا جائے تو معاشرے میں تنازعات، مقدمات اور باہمی بداعتمادی میں نمایاں کمی واقع ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قانونِ شہادت صرف عدالت تک محدود نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کی اصلاح کا ذریعہ بھی ہے۔ اسلامی قانونِ شہادت فرد کو صرف ایک گواہ نہیں بلکہ عدل کا نمائندہ بناتا ہے۔ ہر شخص پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ خواہ اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو، حق کی گواہی دے۔ یہ اصول انسانی نفس کی اصلاح اور اجتماعی انصاف کے قیام میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اس سے معاشرے میں حق گوئی، جراتِ اظہار اور اخلاقی مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ امتِ مسلمہ کو قرآن نے "امتِ وسط" قرار دے کر پوری انسانیت پر گواہ بنایا ہے۔ اس اجتماعی گواہی کا تقاضا ہے کہ مسلمان معاشرہ عدل، دیانت اور سچائی میں عملی نمونہ بنے۔ اگر مسلمان خود اپنے عدالتی اور معاشرتی نظام میں شہادت کے اصولوں پر عمل نہ کریں تو وہ اپنی اس عالمی ذمہ داری سے غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

جدید عدالتی نظاموں میں موجود کئی مسائل، جیسے جھوٹی گواہی، دباؤ کے تحت بیانات اور انصاف میں تاخیر، اسلامی قانونِ شہادت کے اصولوں سے رہنمائی لے کر بڑی حد تک حل کیے جاسکتے ہیں۔ اسلامی نظام میں گواہ کے تحفظ، اخلاقی تربیت اور جواب دہی کے تصورات جدید دور میں بھی انتہائی مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ آخر میں یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اسلامی قانونِ شہادت ایک ہمہ گیر، اخلاقی اور انسانی فلاح پر مبنی نظام ہے، جو عدل کے قیام، معاشرتی امن اور انسانی وقار کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ اگر اس نظام کو اس کی اصل روح کے ساتھ نافذ کیا جائے تو نہ صرف اسلامی معاشرہ بلکہ پوری انسانیت اس کے مثبت اثرات سے مستفید ہو سکتی ہے۔